کیا جنسی خواہش خدا پرستی کا سبب ہے

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی، سابق ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جذبہ انتقام کی نمود

یہ نفسیاتی اصول ناقابل انکار ہے کہ بچپنے اور جوانی کی الجھنیں انسان کے خیالات، رجحانات اور نظریات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ انہی نفسیاتی گتھیوں کا براہ راست ردعمل ہے کہ انسان بعض چیزوں سے محبت کرتا اور بعض سے نفرت کرتا ہے۔ کسی کی عزت کرتا اور کسی کی توہین اور تحقیر پر اترتا ہے۔ فرائیڈ کے خیالات کے جائزے کے سلسلے میں اس اصول کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ واقعہ ہے کہ فرائیڈ کے والدین اور ان کے دیگر افراد یہودی تھے۔ صدیوں سے یہودیوں پر زیادتیاں ہورہی تھیں۔ کہیں بھی ان کی جان اور عزت وآبرو محفوظ نہیں تھی۔ ان کے اموال شیر مادر کی طرح نوشجان کئے جارہے تھے۔ وہ برابر اپنے بچاؤ کے پیش نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے فرائیڈ کے بزرگوں کو بھی اپنی حفاظت کی خاطر اپنا وطن چھوڑنا پڑا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد صرف یہودی ہونے کی بنا پر طرح طرح کے مظالم کا شکار نہیں ہوئے، بلکہ خود فرائیڈ کو بھی ہر قسم کے حقارت آمیز اور دل آزار برتاؤ کا نشانہ بننا پڑا۔ جب وہ جوان تھے تو محض یہودی ہونے کی وجہ سے مدتوں ان کا مذاق اڑایا گیا۔ ان کی دل آزاریاں کی گئیں۔ انہیں حقیر و ذلیل سمجھا گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ فرائیڈ نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ وہ گوشہ نشین ہوگئے۔ فرائیڈ نے دیکھا کہ ان کے اور ان کی قوم کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی کا سبب مذہب ہے۔ مذہب وہ ہے کہ جس نے انہیں معاشرے میں نکو بنا رکھا ہے۔ مذہب وہ ہے جس نے ان کے بزرگوں کو جلاوطن ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں مذہب کی طرف سے کینہ پیدا ہوگیا ہو۔ انہیں مذہب سے نفرت ہوگئی ہو۔ اسی کینہ اور دشمنی کی تحریک سے فرائیڈ نے علم النفس کے مورچہ سے مذہب پر حملہ کردیا۔ اس طرح انہوں نے مذہب سے انتقام لینا چاہا جو ان کی توہین کا اصلی سبب تھا۔

ہمیں اس خیال کے قائم کرانے میں خود ان ہی کے اقرار نے سہارا دیا ہے کہ وہ جب مذہب کی پیدائش کے سلسلے میں بحث کرتے تو ان کے دل اور دماغ پر غصہ، نفرت اور انتقام کے جذبات چھا جاتے ہیں:

''میں جب مذہب کے بارے میں تحقیق کرتا ہوں تو مجھے غصہ آجاتا ہے۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں''۔

(اندیشہ ہای فروید ص ۹۲)

انہیں خود تردد ہوگیا

فرائیڈ نے غالباً جب ان تمام زخموں کی تلافی کرلی جو مذہب کی وجہ سے لگائے گئے تھے اور اسے اپنی جانب میں اچھی طرح لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کردیا تو یکایک انتقام اور دشمنی کا دھنواں ان کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا۔ ان کا دل اور دماغ

ٹھنڈا ہوا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے خیالات بڑے مبالغہ آمیز ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے نظریات کے صحیح ہونے میں خود شک ہوگیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ جنسی خواہش کے علاوہ انسان کے رجحانات اور میلانات کے لئے کچھ دوسرے نفسیاتی اسباب بھی ہیں۔ شروع میں فرائیڈ نے اپنے نظریات کو منوانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اور کوشش کی تھی کہ دنیا ان کے خیالات کے سامنے سر تسلیم خم کردے، لیکن بعد میں وہ ان کے صحیح ہونے کو ان الفاظ میں مشکوک قرار دیتے ہیں:۔

''چند سال پہلے میں مجبور تھا کہ گوناگوں وجوہ سے ان مفروضات کی صحت ثابت کروں۔ اب میں اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا کہ ان کی شکل وصورت حتمی اور قطعی ہے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہ ہو''۔

(فرویدوفرویدیسم ص ۱۸۰)

ایک دوسرے مقام پر یہ بیان کرتے ہوئے کہ دیوانگی اور ہوش وحواس کے مختل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ارادے اور ابتدائی جنسی محرکات کے نظم وضبط میں فرق آجاتا ہے فرائیڈ اظہار خیال کرتے ہیں:۔

''لیکن کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کچھ دوسرے اسباب بھی اس سلسلے میں مؤثر ہوں جن کا سرچشمہ بچپنے کے زمانے سے پہلے موجود ہو۔ مثلاً ایک زبردست طاقت کا وجود ہو جو ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے وقت سے انسان کے فطری جذبات اور میلانات میں دخیل ہو''۔

(مفہوم سادۂ رواں کاوی ص۔ ۱۳۳)

خود ان کے طرفداران کے مخالف

فرائیڈ کے نظریات خود ان کے شاگردوں نے تسلیم نہیں کئے۔ انہوں نے اپنے استاد پر نکتہ چینی کرنے میں کوئی پس وپیش نہیں کیا۔ فرائیڈ نے خود پیش گوئی کردی تھی کہ انہوں نے نفسیات کی تحقیق کر کے جو جدید نظریات کا محل تیار کیا ہے وہ بہت تھوڑی مدت کے بعد مسمار ہوجائے گا۔

فرائیڈ اور ان کے نظریات کے بہت طرفدار اس پر مجبور ہوئے کہ اپنے موقف کے بارے میں نظر ثانی اور فرائیڈ کے خیالات کو معتدل بنانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے فرائیڈ کے تحقیقات کو دو حصوں پر تقسیم کردیا ہے۔ ایک وہ ہے جس کا تعلق ضمیر ناخودآگاہ یا شعور باطن سے ہے۔ اسے علم النفس کے ماہرین نے تسلیم کیا ہے۔ فرائیڈ کے تحقیقات کا دوسرا حصہ وہ ہے جو جنسی خواہشوں کے بارے میں ہے۔ وہ شعور باطن کے وجود میں لانے کا سبب ہیں۔ وہ انسان کی تمام نفسیاتی کارگزاریوں پر اثر انداز ہیں۔ اس خیال کو فرائیڈ کے طرفداروں نے افراط اور مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے۔ یہ ترمیم اصلاح اور تصحیح نہیں، بلکہ ان کے نظریات پر ایک مؤدبانہ حملہ ہے، نفسیاتی فعالیتوں میں مؤثر اس کی جنسی خواہش ہے۔ فرائیڈ نے شعور باطن یا ضمیر ناخودآگاہ کے متعلق گفتگو محض یہ دکھانے کے واسطے کی ہے کہ جنسی ناکامیوں اور محرومیوں کی وجہ سے انسان جن نفسیاتی الجھنوں میں گرفتار ہوتا ہے ان کا مرکز اور ان کی مخفی گاہ کیا ہے۔ جنسی خواہش کے سلسلے میں فرائیڈ کے خیالات کو غلط قرار دینے یا افراط پسندی اور مبالغہ آمیزی پر محمول کرنے کا مقصد ہے، سرے سے ان کے نظریات کو مسترد کردینا۔

(النسوی چہرہا ص ۱۰)

محدود تجربات سے غیر محدود نتائج

فرائیڈ کے مطب میں نفسیاتی امراض میں مبتلا لوگوں کا جمگھٹا لگا تھا۔ ان کے درمیان انہیں ایسے مریضوں کی تعداد زیادہ

نظر آئی جن کی جنسی خواہشوں کو کچل دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان الجھنوں نے ان میں طرح طرح کے عوارض پیدا کر دیے تھے۔ فرائیڈ نے اپنے اکثر مریضوں میں اس نکتہ کا انکشاف کیا کہ ان کے فطری جذبات کے درمیان سب سے بدقسمت جنسی جذبہ ہے۔ عام طور سے اس کی سیرابی کا بندوبست نہیں کیا گیا ہے، لیکن نفسیاتی امراض میں مبتلا ان اشخاص میں محدود نہیں تھے ان کے درمیان ایسے لوگ بھی تھے جن کے جنسی جذبات اچھی طرح سیر و سیراب تھے۔ انہوں نے اسی اعتبار سے محرومی کی زندگی نہیں بسر کی تھی۔ اس کے باوجود کون سے اسباب تھے جن کی بناء پر وہ لوگ نفسیاتی اختلال کا شکار ہو گئے تھے؟

دوسرے الفاظ میں ہم فرائیڈ سے پوچھتے ہیں کہ جو لوگ نفسیاتی طور پر بالکل صحیح وسالم ہیں، جنہیں مکمل جنسی آزادی حاصل ہے، جو ایسے مطلق العنان ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں جنسی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ موجود نہیں ہے، وہ دفعتاً کیوں اور کس لئے نفسیاتی اختلال میں گرفتار ہو جاتے ہیں؟ جب کہ ان کے واسطے جنسی محرومی موجود ہی نہیں ہے تو ان کے نفسیات امراض کا سبب جنسی محرومی کا ردعمل کیوں کر ہوسکتا ہے؟ آیا محدود علمی تجربات اور مطالعات کے ایسے ہمہ گیر فلسفی نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ آیا ان چند نمونوں کو دیکھ کر یہ صحیح ہے کہ ایسا عظیم الشان کلیہ بنایا جائے جس کے سائے میں اخلاق اور مذہب اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ آجائے؟ یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ انسان اور اس کے خصوصیات بہت پیچیدہ ہیں۔ ان کا دامن بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ جس شخص کو ان کسی ایک شعبہ میں تخصص حاصل ہوا سے، کیا حق ہے کہ وہ انسان کے متعلق عمومی اور ہمہ گیر فیصلہ کر دے۔

صرف عوام کے عقائد پر نظر

غالباً فرائیڈ نے اپنے تحقیقات میں فقط عوام الناس کے مذہبی اعتقادات کو نظر میں رکھا ہے۔ مذہب کے خلاف دوسرے نظریات میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ نہایت افسوس ناک بات ہے۔ ان نظریات کے غیر علمی ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ آیا یہ صحیح ہے کہ صرف عوام الناس کے عقائد کو دیکھ کر انبیاء، علماء، فلاسفہ اور سائنسدانوں کے معتقدات کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ عوام کے عقیدوں کی کوئی واضح علمی اور فلسفی بنیاد نہیں ہوتی ہے، لیکن اسے دیکھ کر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خواص کے معتقدات کی بھی وہی غیر علمی بنیاد ہے؟۔

فرائیڈ کا کہنا ہے کہ مذہب ان لوگوں کی پناہ گاہ ہے جو جنسی محرومیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے بدقسمت اشخاص حور وغلمان کے تصورات میں اپنے لئے تسکین اور تسلّی کا سامان پاتے ہیں ان سے کوئی کہے کہ اس آپ کے ارشاد کا نتیجہ یہ ہے کہ گزشتہ اور موجودہ زمانے کے تمام فلاسفہ، علماء اور سائنسدان ان سے بڑھ کر بلا استثناء مذاہب عالم کے سربراہوں ابراہیمؑ، موسیٰؑ، گوتم، عیسیٰؑ، حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ وہ اصول مذہبی کے معتقد صرف اس لئے تھے کہ جنسی جذبات کی تحریک نے ان کے دل اور دماغ کو پریشان کر دیا تھا، ان پریشانیوں نے انہیں اس بات کا معتقد بنا دیا کہ اس دنیا کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے، جس کے دامن میں بہشت ہے، جس میں حور وغلمان کی آبادی ہے۔

آخر ان حقیقتوں پر کیوں کر خاک جھونکی جائے کہ کیمسٹری

کے مشہور ماہر لوی پاسچر (LOVISASTEUR) نے جب جراثیم کی غیر معلوم دنیا کے چہرے سے پردہ سرکایا تو ان سے پوچھا گیا کہ مذہب کے بارے میں اب آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مذہبی مسائل کے بارے میں میرے عقائد پہلے سے زیادہ، پختہ ہوگئے ہیں''۔

(ارتباط انسان جہان ص ۲۱۹)

اس صدی کے مایۂ ناز ریاضی داں آئن اسٹائن (EINSTEIN) کا قول ہے ''تم ایسے شخص کو مشکل سے ڈھونڈھ سکتے ہو جس کے علمی افکار کے درمیان خود اسی سے مخصوص مذہبی احساسات نہ موجود ہوں''۔

(راز آفرینش ص ۵۸)

امریکہ کے مشہور آفاق دانشمند ولیم جمیز کا قول ہے ''ایمان ان طاقتوں میں سے ہے جن کے سہارے انسان زندہ رہتا ہے۔ ان کا مفقود ہونا اس کی موت کے مترادف ہے''۔

(آئین زندگی ص ۱۵۵)

اس مقام پر مناسب ہے کہ ڈارون کے اس خط کا اقتباس درج کر دیا جائے جو انہوں نے ۱۸۸۳ء میں جرمنی کے ایک سائنس داں کے نام لکھا تھا:

عقل رشید اور فکر سلیم کو اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ محال ہے کہ یہ وسیع عالم ان تمام روشن آیات، مستحکم شواہد، ان تمام نقوش ناطقہ اور عقول مفکرہ کے ساتھ اندھے اور ناسمجھ اتفاقات کے زیر اثر وجود میں آ گیا ہو، کیونکہ نابینا اتفاقات اس پر قادر نہیں ہیں کہ یہ حکیمانہ نظام پیدا کرسکیں۔ میری نظر میں یہ خدا کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ میں دوسرے ادلہ سے بحث نہیں کرتا، جن کے ذریعہ خدا کے وجود کو ثابت کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ صرف یہی دلیل بہت سے اہل فضل و تحقیق کو مطمئن بنا دے۔

(اصل الانواع ص ۲۶)

فرمایئے کہ یہ اور ایسے ہی بیسوں دوسرے فلاسفہ اور سائنس داں جو دنیا میں مختلف علوم وفنون کے علمبردار اور علمی وفکری انقلابات کے رہبر تھے کیا اس لئے خدا کے وجود کو مانتے تھے کہ ان کے دماغ جنسی جذبات کی تحریک سے پریشان تھے؟ ان کے دلوں میں نیچر کی بے رحم طاقتوں سے خوف بھرا ہوا تھا؟ آیا علم و دانش کی بارگاہ میں یہ جسارت حیرت انگیز اور افسوس ناک نہیں ہے؟ آیا فرائیڈ کا یہ کہنا کہ کسی مذہب کے ہمراہ دلیل نہیں ہے، معقول اور منطقی ہے؟ کیا اس کی باتیں انسان کی عقل وفکر اور اس کی طاقت استدلال کو منہ چڑھانے کے مترادف نہیں ہیں؟

عقل وفکر سے چشم پوشی

فرائیڈ نے انسان کے جنسی جذبات کو بڑی اہمیت دی ہے۔ انہوں نے ان کو بنیادی چیز قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس انسان میں سوچنے اور سمجھنے کی جو قوت موجود ہے اس کے متعلق بہت کم گفتگو کی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ فرائیڈ نے انسان کی امتیازی خصوصیت کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کرلیں۔ ان کی نظر میں انسان جانور کے مانند ہے جس کا کام بس جنسی جذبات کی تسکین ہے۔ ان کی روشنی میں انسان حیوان فکور کے درجہ سے گر کر حیوان شہوی کی منزل تک پہنچ گیا ہے۔ یقیناً انسان سے سوچنے کی طاقت کا چھین لینا انسانیت کے ساتھ زبردست غداری ہے۔

درحقیقت اخلاق اور مذہبی احساسات کا سرچشمہ ابتداء میں انسان کی فطرت اور اس کے بعد اس کی عقل ہے۔

فرائیڈ کی اس غفلت اور غلطی کو ان کے طرفداروں نے محسوس کرتے ہوئے ان کی طرف سے معذرت کرنا ضروری

سمجھا۔ انہوں نے ان الفاظ میں انہیں بری کرنے کی کوشش کی ہے:۔

جو لوگ فرائیڈ کے علمی آثار کا مطالعہ کریں گے وہ اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ انہوں نے مذہبی اور اخلاقی مسائل کے بارے میں اپنے ناظرین کی امیدوں کو نہیں پورا کیا ہے۔ اس سلسلے میں جو سوالات موجود ہیں، انہوں نے ان کو لاجواب چھوڑ دیا ہے، لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ فرائیڈ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ انہوں نے مذہبی مسائل کے بارے میں مکمل وضاحت کردی۔ (اندیشہ ہای فروید ص ۸۶)

یہ واقعہ ہے یا افسانہ؟

فرائیڈ نے اپنے نظریہ کے تقاضہ سے بغیر کسی دلیل کے صرف اپنی قوت تخیل کی مدد سے ایک قصہ گڑھ لیا ہے۔ انہوں نے چاہا کہ جنسی خواہش کی بنیاد پر باپ کے قتل کر دینے کے ردعمل کو خدا پرستی کی اساس قرار دیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ تمام اخلاقی اور قانونی اقدار مثلاً کسی کو قتل کرنے کا ممنوع ہونا ماں اور دوسرے قریبی رشتہ دار عورتوں کا حرام ہونا، معاہدے کا پورا کرنا، خیانت اور غداری کا مذموم ہونا کچھ ایسی باہمی قرار دادیں ہیں جو صرف اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ لوگ اپنی جنسی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ یہ افسانہ اتنا مبتذل اور معقولیت سے دور ہے جس نے فرائیڈ کے نظریے کو بالکل غیر علمی بنا دیا ہے۔

حق بر زبان جاری

اس کہانی میں کہیں کہیں غیر اختیاری طور سے فرائیڈ نے بعض فطری ادراکات، احساسات اور جذبات کا اقرار کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب لڑکوں نے ماں کی عاشقانہ محبت کے اشارے سے باپ کو قتل کرڈالا تو بہت جلد وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔ یہ احساس ندامت کیا ہے؟ یہ درحقیقت اسی انسانی عقل و نفس اور ضمیر کی آواز ہے جس کے وجود کے علم النفس کے ماہرین سختی سے قائل ہیں۔ اس ضمیر کو تمام اخلاقی قدروں کا سرچشمہ کہا جاتا ہے۔ اسی کی ناراضگی انسان کو طرح طرح کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ فرائیڈ نے اس افسانہ کا جذبہ قرار دیا ہے کہ لڑکوں کے درمیان باپ کو تہہ تیغ کر دینے کے بعد ماں کے سلسلے میں رقابت پیدا ہوگئی جس کی انتہا ایک نہایت خوں ریز اختلاف پر ہوئی۔ وہ جب شکست سے ڈرے تو انہوں نے طے کیا کہ ماں اپنے تمام فرزندوں کے لئے حرام ہے۔ یہ خوف شکست بھی ایک فطری احساس ہے، جس کا غیر شعوری طور پر فرائیڈ نے اعتراف کرلیا ہے۔ یہ خوف شکست درحقیقت ضرر اور نقصان سے پرہیز کا احساس ہے۔ انسان فطرتاً ایسی چیزوں سے بچنا چاہتا ہے جو اس کے لئے مضر اور نقصان رساں ہوں۔ یوں ہی لڑکوں کا باتفاق اس قرار داد کو مان لینا کہ ماں اپنے تمام فرزندوں کے لئے حرام ہے اس فطری احساس کے تقاضے سے ہے کہ ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہے۔ ہر ایک اپنا فائدہ چاہتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ اس کا وہی حشر ہو جو اس کے باپ کا ہوا۔

یہ احساسات انسان کی فطرت میں اسی طرح راسخ اور پیوست ہیں جن کا عدم اور وجود انسانیت کے وجود اور عدم کے مترادف ہے۔ مذہبی عقائد انسان کی روحانی پیاس کی ایک جھلک ہیں۔ وہ تفکر اور تعقل کی مدد سے ارتقاء و کمال کے درجات تک پہنچے ہیں۔ وہ انسان کے فطری جذبات میں اعتدال پیدا کرتے ہیں۔ یہ خدمت مذہب کے علاوہ کوئی دوسری طاقت کامیابی سے انجام نہیں دے سکتی۔

عفت اور پاکدامنی تار تار

فرائڈ کے نظریات کا فطری تقاضا لذت اندوزی اور آزادانہ ہوس رانی ہے۔ اسی لئے جنسی آزادی کے طرف داروں کی طرف سے ان کا پر جوش استقبال ہوا۔ انہوں نے بہت جلد ان کی دل چسپیوں کو اپنے میں جذب کرلیا۔ فرائیڈ کے نظریات نے ان لوگوں کے ہاتھ میں جن کا مقصد جنسی روابط قائم کے سلسلے میں آزادی مطلق العنانی تھا، یہ سنہرا موقع دیا کہ وہ اپنی روش کے مجوز کے طور پر ایک علمی بنیاد پیش کرسکیں۔ وہ یہ کہہ کر آزادی سے بدکاریاں کرتے رہیں کہ جنسی روابط قائم کرنے پر کسی قسم کی پابندی کو عائد کرنا نفسیاتی توازن کو بگاڑ دیتا ہے اور انسان کو طرح طرح کی الجھنوں میں پھنسا دیتا ہے۔

فرائیڈ کے نظریات نے نوجوانوں کو ایسا بے باک اور بے پرواہ بنا دیا کہ ان کی نظر میں کوئی چیز مقدس نہیں رہ گئی۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد اپنے جنسی جذبات کا سیراب کرنا قرار پایا گیا۔ اخلاقی قدروں نے ان کے درمیان سے اپنا بوریا بسترا باندھ لیا۔ عفت اور پاکدامنی کا مزار بن گیا۔ انسانیت کی قبر پر حیوانیت کا کھلم کھلا ننگا ناچ ہونے لگا۔ شرم وحیا، پرہیزگاری اور پارسائی کے بلند اور قابل فخر اوصاف دم توڑنے لگے۔

آزادانہ جنسی روابط قائم ہونے کے راستہ سے رفتہ رفتہ تمام اخلاقی رکاوٹیں ہٹ گئیں۔ گھروں کے اندر کی خوشگوار فضا جہنم کا نمونہ بن گئیں۔ زن وشوہر کے تعلقات کو ناانصافی کے اندیشوں نے گھیرلیا۔ ان کے درمیان سے باہمی اعتماد اٹھ گیا۔ طلاق، خودکشی، بدکاری اور غداری کے واقعات نے دنیا کو بھر دیا۔ روزانہ لڑکیوں کو اغوا کرنے کی واردا تیں پیش آنے لگیں۔ شوہردار عورتوں نے اجنبی مردوں کے ساتھ آزادی سے ملنا شروع کردیا۔ کبھی جنسی بے راہروی کو روکنے کے لئے اخلاقیات کا سہارا لیا جاتا تھا، لیکن اب فرائیڈ کے علمی نظریات کے مقابلہ میں کوئی ہتھیار کارگر نہیں تھا۔ ارتباط جنسی کی آزادی کے طرفدار اپنے مخالفوں کو جاہل اور قدامت پرست ثابت کرنے لگے۔ جنسی روابط کی آزادی نوجوانوں کے درمیان ہیضے اور طاعون یا جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

مذہب کیا اقتصادی ماحول کا نتیجہ ہے؟

ہر زمانے میں انسان کی اقتصادی زندگی کا ایک ڈھانچہ رہا ہے۔ ایک دور میں بہت سے لوگ مل جل کر مچھلیوں، پرندوں، اور چوپایوں کا شکار کرتے تھے۔ اسی پر ان کی گزر بسر کا دارومدار تھا۔ پھر وہ کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ایک دور آیا کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے کاروبار شروع کردئے۔ بہرحال انسان مختلف ڈھنگوں سے بسر اوقات کرتا رہا ہے۔ مادہ پرستوں کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ ہر زمانے کے تہذیب وتمدن، عمومی اخلاق وعادات، شاعری اور ادبیات، یہاں تک کہ لوگوں کے رجحانات اور میلانات کا سرچشمہ ہر زمانے کے لئے مخصوص اقتصادی حالات ہیں۔ یہ طبقہ بتا سکتا ہے کہ فلاں تہذیب، فلاں تمدن، فلاں عقیدے، فلاں علمی کدوکاوش، فلاں ادبی کارنامے، فلاں طرز تعمیر کے پس منظر میں کون سا اقتصادی نظام موجود ہے۔ تاج محل کا گنبد، اس کے مینار اسکی خوبصورت جالیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ان کے اور اس دور کے اقتصادی نظام کے درمیان علت ومعلول کا رشتہ موجود ہے۔ فردوسیؔ کے شاہنامہ، سعدیؔ کی گلستاں وبوستاں، خیامؔ کے رباعیات، حافظؔ کی غزلوں، میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے مرثیوں، شکسپیر کے ڈراموں کو دیکھ کر بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ ان ادبی کارناموں کے دور میں کون سا اقتصادی نظام رائج تھا۔ ارسطو کی علمی موشگافیوں، بطلیموس کے ہیئتی مفروضات جالینوس کے طبی نظریات 'قانون' بوعلی سینا کے

مضامین 'اسفار' ملاصدرا کے مندرجات، ڈارون کے نظریۂ ارتقاء، نیوٹن کے قانون جذب وکشش، لوئی پاسچر کے اکتشاف جراثیم، کاپرنکس کے زمین کے مرکز سیارات قرار دینے، گیلیلیو اور کاپرنکس دوربین ایجاد کرنے کا سبب ہر ایک زمانے کے مخصوص اقتصادی حالات تھے۔

مادہ پرستوں کے اس طبقے نے ادیان ومذہب کو بھی اقتصادیات کی پیداوار قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسانی تاریخ کی تشکیل طبقاتی ٹکراؤنے کی ہے۔ اس عظیم اور ہمہ گیر جنگ کے دوران مالدار زبردست سامراجی طاقتوں نے غریب مفلس، کمزور اور محنتی طبقے سے فائدہ اٹھانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ دولت مند لوگوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ غریب اور مزدور طبقہ کبھی اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے کھڑا نہ ہونے پائے۔ ان کی یہ دلی تمنا رہی ہے کہ وہ ہر قسم کی محرومی اور مایوسی سے نباہ کرتا رہے۔ انہوں نے اپنا مقصد حاصل کرنے کی خاطر مذہبی عقائد کو ان کے درمیان خوب خوب پھیلایا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان مذہبی عقائد کی روشنی میں وہ یہ سمجھتے رہیں کہ محرومی ہماری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔ اس سے چھٹکارا غیر ممکن ہے۔ اس کے مقابلے میں صبر وتحمل سے کام لینا آخرت کے اجر وثواب کا موجب ہے۔

مادہ پرست طبقہ میں سے بعض لوگوں نے اس سے بھی آگے قدم رکھا ہے۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کہا ہے کہ مذہبی عقائد کو سرمایہ داروں نے پھیلایا ہے۔ انہوں نے غریب نادار مزدوروں کو آخرت بہشت اور حور وغلمان کے تصورات سے پھیلایا ہے، بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان تصورات کو وہی وجود میں لائے ہیں۔ دین کو سرمایہ داروں نے خلق کیا ہے۔ اس بارے میں روسی دائرۃ المعارف میں یوں اظہار کیا گیا ہے:-

اسلام تمام دوسرے ادیان ومذہب کی طرح سرمایہ دار سامراجی طاقتوں سے وجود میں آیا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مذہب کا روحانی اقتدار مزدوروں اور عوام الناس پر قائم ہو۔ وہ اس طرح سے انہیں اپنے قابو میں رکھیں۔

(دائرۃ المعارف ج ۱۸ ص ۳۱۶)

ان لوگوں کے مقابلے میں بعض مادہ پرستوں کا خیال ہے کہ خدا اور دوسرے نیچر کے حدود سے باہر امور کے عقیدے کو غربت، افلاس، تنگدستی نے پیدا کیا ہے۔ محروم، تہی دست، کمزور قوموں نے رحیم وکریم خدا روز آخرت، جزا وسزا، جنت وجہنم حور غلمان اور کوثر وتسنیم کے تصورات کو اپنے دل خوش کرنے کی غرض سے تراشا ہے۔ معاشی اور سماجی محرومی نے ان کے دلوں میں آگ لگادی تھی انہوں نے مذہبی تصورات ایجاد کر کے اپنی تسکین اور تسلی کا سامان فراہم کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جن فلاسفہ نے کھاتے پیتے ماں باپ کی گود میں پرورش پائی ہے، جو خوش حال گھرانوں میں پروان چڑھے ہیں وہ مادہ پرست اور مذہبی عقائد سے آزاد نظر آتے ہیں۔ اس کے برخلاف جن فلاسفہ نے غریب اور تنگدست والدین کے آغوش میں آنکھ کھولی ہے، جنہیں کبھی اطمینان سے پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا نصیب نہیں ہوا ہے، وہ مذہبی عقائد کے پابند دکھائی دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک وقت تھا جب ہیگل HEGEL کی یہ آواز علمی دنیا میں گونج رہی تھی کہ ''انسان کے افکار وخیالات اس کی تاریخ کے معمار ہیں'' اس کے مقابلے میں مارکس اور ان کے معتقدین کا نعرہ ہے کہ ہر چیز کی بنیاد یہاں تک کہ افکار اور خیالات کا سرچشمہ اقتصادیات اور پیداوار کے ذرائع ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک معاشرے کی مختلف تبدیلیوں کے اسباب کو فلاسفہ اور مفکرین کے آراء وافکار میں نہ ڈھونڈھنا چاہئے، بلکہ اس کے لئے اقتصادی اور معاشی حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف حالات ذہنی اور دماغی کارگزاریوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ انسان کے افکار اور خیالات کو اس کے اقتصادیات وجود میں لاتے ہیں۔ اس نظریئے کے ہمہ گیر دائرے میں مذہبی عقائد بھی داخل ہیں۔

وہ خود ترمیم کر رہے ہیں

کارل مارکس نے شروع شروع انسانی زندگی کا حاکم اقتصادیات کو قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ معاشرے میں جو تبدیلیاں سامنے آئیں ان کی آخری اور انتہائی علت معاشی حالت ہے۔ یہ نظریہ دوسرے مذہبی معاشی، اقتصادی اور سیاسی مکاتب خیال کے بالکل برعکس تھا۔ کارل مارکس کے طرفداروں نے اس کے ذریعہ تمام دوسرے نظریات کو غلط اور غیر علمی قرار دیتے ہوئے منسوخ کر دیا۔ بعد میں ثابت ہوا کہ یہ ایک قسم کی افراط پسندی اور مبالغہ آمیزی ہے۔ دیگ سے زیادہ چمچہ گرم۔ مارکس کو خود اپنے طرفداروں پر نکتہ چینی کرنا پڑی۔ انہوں نے ان پر الزام لگایا کہ تم نے میرے نظریات کو مسخ کر دیا ہے۔ انہوں نے اس کا اظہار اس خط میں کیا ہے جو اپنے ایک انتہا پسند طرفدار کو ۱۸۷۷ء میں لکھا ہے۔ وہ اس خط میں لکھتے ہیں:

''ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک انٹرنیشنل پاسپورٹ، یعنی ایک ہمہ گیر عمومی، تاریخی اور فلسفی مفروضے کے ذریعہ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مافوق تاریخ واقع ہوا ہے، تمام مسائل کو حل کر دیا جائے''۔ (تاریخ نظریات سیاسی [ج ۲ ص ۳۲۸])

انگلس (ENGELS) شروع سے کارل مارکس کے ہم خیال تھے۔ انہوں نے ہر میدان میں مارکس کی مدد اور طرفداری کی۔ ابتدا میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ معاشیات پر ہر چیز کی بنیاد ہے، لیکن آخر میں وہ مجبور ہوئے کہ اپنی پارٹی کے تیز رفتار نوجوان ممبران کے خیالات کی اصلاح کریں۔ انہوں نے ان پر الزام لگایا کہ تم نے ہمارے نظریات کو بہانہ قرار دیتے ہوئے تاریخ کے مطالعے سے چشم پوشی کر لی ہے۔ انگلس نے صاف لفظوں میں انہیں بتایا کہ یہ خیال خام ہے کہ تمام تاریخی واقعات اور حالات اقتصادی اسباب کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً یہ واقعہ ہے کہ جرمنی؟ میں کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ وہاں کی باشندہ تمام قوموں نے ہم آہنگ ہو کر ایک متحدہ ملت کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے لئے کوئی اقتصادی اور معاشی سبب نہیں پیدا کیا جاسکتا۔ انگلس نے تصریح کی ہے کہ مارکس کا نظریہ یہ نہیں تھا کہ تاریخی تبدیلیوں کا سبب صرف اقتصادی حالات ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ انسانی زندگی میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں ان کا اصلی مطمع نظر معاشیات اور اقتصادیات ہیں۔

(تاریخ نظریات سیاسی [ج ۲ ص ۳۲۹])

حقیقت یہ ہے کہ مارکس اور انگلس اپنے اس ترمیم شدہ ہمہ گیر نتیجہ کو کسی فلسفیانہ یا تجرباتی دلیل سے نہیں ثابت کر سکے ہیں، لیکن ان کی مندرجۂ بالا توضیح کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں خود اس کے معترف ہیں کہ مذہبی عقائد کی پیدائش کے اقتصادی حالات کے علاوہ کچھ دوسرے عقلی اور فطری اسباب ہوسکتے ہیں۔ وہ صرف اس کے مدعی ہیں کہ مذہب، اخلاق اور ایسے ہی دوسرے امور فقط اقتصادی اور معاشی حالت سدھارنے کی خاطر وجود میں آئے ہیں۔ ان کے وجود کی غرض اقتصادیات اور معاشیات کا سدھارنا ہے۔ ان کا دعویٰ کلیہ کے طور پر صحیح نہیں ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہت سے مذہبی احکام اور قوانین کا مقصد یہ ضرور ہے کہ لوگ اطمینان اور خوش حالی سے زندگی بسر کریں وہ فقر اور تنگدستی سے دوچار نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ معاشرے کا ایک طبقہ خوب گل چھرے اڑائے اور دوسرا طبقہ نان شبینہ کے لئے محتاج ہو۔ مذہب معاشرے میں اقتصادی توازن اور اعتدال قائم کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ ایک کھلی ہوئی غلط فہمی ہے کہ خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے بعض مذہبی احکام کے جو مقاصد اور فوائد ہوں انہیں مذہب کے وجود میں لانے کا سبب قرار دے دیا جائے، سبب بھی ایسا سبب جس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہ ہو۔

تمام آسمانی مذاہب و ادیان کے بنیادی مقاصد کی تحقیق کیجئے۔ خصوصیت سے اسلام کے احکام اور قوانین کا جائزہ لیجیے۔ یہ دیکھئے کہ اسلام نے امن و امان، صلح و سلامتی، عدالت و انصاف

خوشحالی اور فارغ البالی کی عام فضا پیدا کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات کئے ہیں؟ یہ واقعہ ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے مخصوص ممتاز افراد کو مختلف اور گونا گوں مقاصد کے پیش نظر لوگوں کے درمیان بھیجا گیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں معاشی انصاف قائم کرنا انبیاء ومرسلینؑ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک گراں قدر مقصد ہے عوام کے مذہب کی طرف متوجہ ہونے کا ایک محرک یہ بھی ہے ۔ بشریت کو مذہب کے گرویدہ ہونے سے جو فائدے پہنچے ہیں ان میں سے ایک اہم قابل لحاظ اور عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے۔

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع کی روح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر

حسین آباد، لکھنؤ

Mohd. Alim

Proprietor

Nukkar Printing & Binding Centre

26-Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09839713371

e-mail: nukkar.printers@gmail.com

نوحہ

محترمہ امۃ الصادقہ بیگم شاعرہ آجتہادی

علیؑ کا لال اِدھر رن میں احتضار میں ہے
اُدھر بہن درِ خیمہ پہ انتظار میں ہے
کہا بہن نے ہوئے قتل کیا حسینؑ غریب
لہو کا رنگ نمایاں یہ کیوں غبار میں ہے
دہم کو ماہِ محرم کی آئی رن میں خزاں
چمن رسولؐ کا اجڑی ہوئی بہار میں ہے
کہا ربابؑ نے اب کس کو میں گلے سے لگاؤں
جو میری گود کی زینت تھا وہ مزار میں ہے
چلے ہیں ٹھوکریں کھاتے حسینؑ ابن علیؑ
پسر کو دیکھ لیں حسرت یہ قلب زار میں ہے
لگائے کس طرح میت جواں کی سینے سے
پھوپھی کا قلب وجگر اب کہاں قرار میں ہے
اندھیرا کیوں نہ پسِ دفن شہؑ ہو مقتل میں
کہ ماہِ فاطمہؑ تاریکیٔ مزار میں ہے
کسی کے سر پہ نہیں راستہ میں اک چادر
یہ کس کا لوٹا ہوا قافلہ غبار میں ہے
یہاں تڑپ کے جوانی میں جاں دی اکبرؑ نے
وہاں بہن کسی بھائی کے انتظار میں ہے
ہے خونِ اصغرؑ معصوم اور شاہِ زمن
نہاں حسینؑ کا چہرہ لہو کی دھار میں ہے
مدد کریں گے علیؑ شاعرہ کی بھی اک دن
وہ جانتے ہیں کنیز ان کی حالِ زار میں ہے